اسلام اور ماڈرنزم

سید محمد عبداللہ
ترجمہ:۔ غلام مرتضیٰ آزاد

۹ مئی ۱۹۷۶ء کو ادارہ تحقیقات اسلامی کا یوم تاسیس منایا گیا تھا اس تقریب کے انعقاد کا ایک بنیادی مقصد ان مسائل کا جائزہ لینا تھا جو اسلامیہ جمہوریہ پاکستان اور اسلامیات پر تحقیق کرنے والے علماء کو درپیش ہیں۔

صدر پاکستان نے اس موقعہ پر، اپنے افتتاحیہ خطاب میں جس بات پر سب سے زیادہ زور دیا وہ ہے اسلام اور ماڈرنزم (جدید مغربی رجحانات) کا تقابلی مطالعہ۔ سابق چیف جسٹس جناب حمود الرحمن صاحب نے اپنے خطاب میں سکالرز کو مشورہ دیا کہ وہ اسلامی نظریات کو اس انداز سے پیش کریں کہ ہمارا معاشرہ ترقی کی راہ پر آگے بڑھ سکے اسلامی محققین کو اسلام کی ظاہری شکل وصورت سے زیادہ زور اسلام کی روح پر صرف کرنا چاہیے۔

وفاقی وزیر برائے مذہبی امور مولانا کوثر نیازی نے اپنی تقریر میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے مقاصد کی وضاحت کی اور کہا کہ جب تک راستہ متعین نہ ہو اور منزل مقصود معلوم نہ ہو اس وقت تک تحقیق کا وقوں کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوسکتا۔

مولانا نیازی نے اس موقعہ پر اسلامی تحقیقات کے مقاصد کے سلسلہ میں مزید کہا:۔

(۱) اسلام کی روشنی میں ان تمام عصری مسائل کو معلوم کرنا جو اس وقت تمام بنی نوع انسان کو درپیش ہیں۔

(۲) مسلمانوں پر جدید تہذیب کے اثرات کی چھان بین کرنا اور مغربی رجحانات کے غلط اثر و رسوخ کی وجہ سے جو غلط فہمیاں پیدا ہوچکی ہیں انہیں دور کرنا۔

(۳) مسلم نوجوانوں کے ذہنوں میں باہمی اندرونی اختلافات اور بے سروپا معتقدات کی وجہ سے جو شکوک و شبہات پیدا ہورہے ہیں انہیں زائل کرنا۔

مذکورہ بالا موضوعات میں سے ہر ایک موضوع پر ایک مستقل بحث درکار ہے۔ لیکن میں سردست اس موضوع پر کچھ کہنا چاہتا ہوں، جس کا عنوان ہے، اسلامی تعلیمات کو ماڈرنزم سے کس طرح ہم آہنگ کیا جائے" یہاں بنیادی سوال یہ ہے کہ" ماڈرنزم" کیا ہے؟ اور اس کے تقاضے کیا ہیں؟

یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ اس وقت تین اصطلاحات رائج ہیں (۱) ماڈرنزم (Modernism)(ب) ماڈرنٹی (Modernity)اور (ج) ماڈرن سولائیزیشن (Moderncivilization)

عام طور پر ان اصطلاحات کو ہم معنی سمجھا جاتا ہے حالانکہ ان میں سے ہر ایک اصطلاح کا اپنا مفہوم ہے۔ ماڈرنزم اور ماڈرنٹی تو ایک دوسرے میں اس طرح گڈمڈ ہوچکے ہیں کہ ایک کو دوسرے سے جدا کرنا بظاہر مشکل دکھائی دیتا ہے۔ ماڈرنٹی نام ہے وقت کی رفتار اور تقاضوں کے ساتھ ساتھ انداز فکر کو بدلنے کا۔ لیکن ماڈرنزم تقریباً ہم معنی ہے..... موجودہ مغربیت' (Westernism) کا.... یعنی موجودہ یورپی تہذیب و ثقافت کے مخصوص رجحانات اور طریق کار کو ماڈرنزم کہا جاتا ہے۔

ماڈرنزم کا صحیح مفہوم معلوم کرنے کے لئے جدید یورپی تہذیب کا تجزیہ کرنا ضروری ہے۔

جدید مغربی تہذیب جن نظریاتی بنیادوں پر قائم ہے وہ یہ ہیں (۱) مادہ پرستی (۲) سیکولرزم (۳) عقل و درایت (۴) جواب دہی اور ذمہ داری کا احساس (۵) حسن و جمال سے محبت (۶) سائنسی اندازِ فکر (۷) فلسفۂ تغیر اور واقعیت پسندی (۸) جستجو یعنی دریافت، ایجاد اور تسخیرِ کائنات کی امنگ اور (۹) شخصی آزادی، رواداری اور اظہار رائے کی آزادی۔

یہ درست ہے کہ جدید تہذیب کے بعض پہلو بہت خوبصورت ہیں اور ان میں حقیقت پسندی موجود ہے مگر اس تہذیب کے بعض پہلو ایسے بھی ہیں جن میں جانبدارانہ ذہنیت اور تنگ نظری کے نقائص پائے جاتے ہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ اس تہذیب نے بعض نئے علوم و نظریات کو آگے بڑھایا اور انسانی فکر کے سامنے نئی راہیں کھولیں لیکن اس تہذیب کے مادہ پرستانہ نظریات اور اس تہذیب کا فلسفۂ معاشرت مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہیں۔ یورپی تہذیب دراصل ایک ایسا ملغوبہ ہے جس میں اچھے اجزا بھی شامل ہیں اور برے اجزا بھی۔ بالخصوص اس تہذیب کے رجحانات میں تو برائی کا عنصر بہت زیادہ ہے۔ اس صورتحال میں ہمیں مغربی تہذیب کو قبول کرنے سے پہلے خوب چھان بین کر لینی چاہیئے۔

جب سے سپنگلر کی مشہور کتاب The Decline of the West بازار میں آئی ہے تب سے یورپی تہذیب کا مستقبل اور انجام مسلسل بحث کا موضوع بنا ہوا ہے۔ امریکی ادب خاص طور پر وہ ادب جس کا تعلق عمرانیات اور تاریخ سے ہے، موجودہ تہذیب و ثقافت کے خلاف احتجاج کر رہا ہے۔

چنانچہ اب یہ بات کھل کر سامنے آچکی ہے کہ یورپی تہذیب کے فلسفۂ معاشرت میں بہت گڑبڑ ہے یہی وجہ ہے کہ اہل غرب کا حوصلہ بلند رکھنے اور مغربی تہذیب کی برتری کو برقرار رکھنے کے لئے مغرب کے فلسفی، فلسفۂ معاشرت کو نئے انداز سے مرتب کر رہے ہیں۔

مغرب کی برتری کا ادّعا جسے کونٹے (Conte) نے اپنے مخصوص انداز میں پیش کیا تھا اب نئے انداز میں سامنے آرہا ہے جس کی قابل ذکر مثالیں (The Savage Mind) وغیرہ کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ اس کتاب کے مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ دنیا میں معقول معاشرہ صرف مغربی معاشرہ ہے اور اہل مغرب کے علاوہ تمام لوگ وحشی اور غیر مہذّب ہیں۔ دل کو تسلی دینے کے لئے اس قسم کا ادّعاء ایک بے کار نسخہ ہے۔ مغربی تہذیب کی برتری کا ھوّا، ایک عرصہ پہلے ختم ہو چکا ہے، امریکہ کے سیاہ فام باشندے اس کو للکار رہے ہیں مگر اس میں اٹھنے کی سکت کہاں۔ مغربی معاشرتیات کے ماہرین فلسفۂ معاشرت کو از سر نو مرتب کرنے میں بڑی سرگرمی دکھا رہے ہیں، ترقی کے نئے نظریات بڑے زور شور کے ساتھ وضع کئے جا رہے ہیں تاکہ مغربی تہذیب کی لڑکھڑاتی ہوئی ساکھ کو کسی بیساکھی کا سہارا مل سکے۔ تنزّل اور تباہی کے واضح نشانات کے پیش نظر فلسفۂ معاشرت میں گردش روزگار کے بہاؤ پر بند باندھنے کی کوشش کی جا رہی ہے، نظریۂ ارتقا جسے مشہور ماہرین معاشرتیات ایک مرتبہ رد کر چکے ہیں، اسے نئے نام سے از سر نو متعارف کرایا جا رہا ہے۔ مگر ان تمام کوششوں اور دوڑ دھوپ کے باوجود یورپی تہذیب کا مستقبل امید افزا نہیں۔

آج امریکی معاشرہ میں ایسی تحریکیں زوروں پر ہیں جن میں زمانۂ ماقبل تاریخ کی طرف رجوع اور موجودہ معاشرتی روایات سے انحراف پر اصرار کیا جاتا ہے ان لوگوں نے اس بات کو محسوس کر لیا ہے کہ سائنس اور ثقافت کا سوانگ ختم ہو چکا ہے اس لئے سائنسی خیالات اور مروّجہ تہذیبی روایات کے گندے انڈوں کو معاشرہ سے باہر پھینک دینا چاہیئے۔

یہ ہے مغربی تہذیب کا تازہ ترین حلیہ، بظاہر صحت مند لیکن اندر سے کھوکھلا۔ اب سوال یہ ہے کہ اسلام کا فلسفۂ حیات اس تنزّل پذیر تہذیب کے پہلو بہ پہلو کہاں تک چل سکتا ہے؟ مغربی تہذیب کے قویٰ اگرچہ مضمحل ہو چکے ہیں مگر اس میں ابھی بہت سی ایسی چیزیں موجود ہیں جو مسلمانوں کے کام آسکتی ہیں۔ (ا) عقل و درایت (ب) جوابدہی اور ذمہ داری کا احساس اور (ج) تجسس اور دریافت کی امنگ۔ افسوس ان امور کو مسلمان پوری دیانت سے سرانجام نہیں دے رہے، اعلیٰ علوم، عمدہ رویہ، صاف ستھری معاشرت

اور ٹیکنالوجی ایسی چیزیں ہیں جن میں ہمیں مغربی تہذیب (Modernism) کی ضرور تقلید کرنی چاہیئے لیکن ان شعبوں میں بھی بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو ہرچند ہمارے نظریات کے خلاف نہیں مگر ہمارے مزاج کے خلاف ہیں۔ اسلام اور مغربی تہذیب میں مصالحت کی جو کوششیں اب تک بروئے کار لائی گئی ہیں وہ احساسِ شکست اور تسلیم و رضا کی ترجمانی کر رہی ہیں اور یہ انداز یقیناً درست نہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ہمارے محققین مغربی ثقافت کے تین شعبوں سے استفادہ کر سکتے ہیں اور وہ تین شعبے ہیں (ا) علوم (ب) طریقِ کار (ج) ٹیکنالوجی۔

بد قسمتی یہ ہے کہ مشرق کے تمام نہاد جدت پسند مغرب کی جدید ترین تحریکات یعنی آزادانہ روی اور تہذیبی روایات سے کامل احتراز و انحراف سے متاثر ہیں وہ مغربی معاشرہ کے طور اطوار کے دلدادہ ہیں مگر اس تہذیب کے بہتر پہلوؤں کی طرف ان کی نظر نہیں جاتی مثلاً انسانی حقوق کا احترام مغربی تہذیب کا ایک عمدہ پہلو ہے مگر ہمارے ہاں لوگوں میں ٹریفک کے قواعد کی سوجھ بوجھ تک مفقود ہے اس کے باوجود لوگ اپنے آپ کو جدت پسندی کا بہت بڑا مدعی خیال کرتے ہیں۔ اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ یہ لوگ جو ماڈرنٹی۔ زمانے کے تقاضوں کی حقیقت سے بھی بے خبر ہیں، مغربی تہذیب کے برے اثرات کو اندھا دھند قبول کرتے چلے جا رہے ہیں۔

ایسے پُر آشوب وقت میں سکالر پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ مغرب کی اندھا دھند تقلید کے رجحانات کی حوصلہ شکنی کرے اور سوسائٹی کو اسلامی طرزِ حیات سے متعارف کرائے۔ لیکن اس کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ مغربی تہذیب (Modernism) کے مذکورہ بالا تین شعبوں کا گہری نظر سے مطالعہ کرے۔

ان تینوں شعبوں میں سے شعبۂ علم سے متعلق اس قدر وضاحت ضروری ہے کہ علم میں غیر جانبدارانہ واقعیت پسندی (Objectivity) بہت اچھی چیز ہے مگر مکمل غیر جانبداری بھی ٹھیک نہیں۔ علم کے معاملہ میں کچھ غیر جانبدارانہ اور کچھ جانبدارانہ داخلی رویہ (Subjectivity) زیادہ کارآمد ہے۔ علم کا کوئی مقصد اور منتہا ہونا چاہیئے۔ ایک مسلمان کے سامنے علم کے جملہ مقاصد میں سے سرِفہرست عرفانِ ذاتِ الٰہی ہے۔ The Betrayal of the intellectuals نامی کتاب میں اس موضوع پر گرانقدر ابحاث سپردِ قلم کی گئی ہیں جن کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

جہاں تک طریقِ کار اور ٹیکنالوجی کے شعبوں کا تعلق ہے۔ ہمارے دوست اس بات سے اتفاق کریں گے کہ ان شعبوں میں ہمیں مغرب کی تقلید کرنی چاہیئے تاہم مغرب کا معاشرتی اور معاشی فلسفہ ردّ و قدح کے بغیر ہرگز قابلِ قبول نہیں۔ اس سے ہمیں نقصان ہوگا۔

مغرب کا فلسفۂ اقتصادیات اور سوشلسٹ فلسفہ ہماری خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔ اس فلسفہ کو

اپناتے وقت، ہماری نظر اپنی اسلامی روایات پر رہنی چاہیئے جسے ہم نے عقل و دانش سے قبول کیا ہے۔ اسلام مخلوط معیشت اور حدود اللہ میں مخصوص طرزِ حیات کا قائل ہے لہذا اسلامی نصب العین تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ہمارے محققین کو اس جادۂ مستقیم پر چلنا چاہیئے۔

اس بحث سے ہم جن نتائج تک پہنچے ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) مسلمانوں کو زمانے کے تقاضوں (Modernity) سے الگ تھلگ نہیں رہنا چاہیئے مگر (۲) ماڈرنزم کو آنکھیں بند کر کے قبول نہ کرنا چاہیئے (۳) مغربی تہذیب کی جدید ترین تحریکات آزادانہ روی اور تہذیب کی روایات سے احتراز و انحراف سے خاص طور پر محتاط رہنا چاہیئے (۴) خود سپردگی، تسلیم و رضا اور غیر ذمہ دارانہ بے راہ روی کے رجحانات سے دامن بچا کر چلنا چاہیئے (۵) مادہ پرستی اور طاقت پرستی کو بے لگام نہ رہنے دینا چاہیئے۔ (۶) تحقیق کے اہداف تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ہمارے جدید سکالرز کو جنرل سائنس، معاشرتیات، نفسیات، علم الانسان، اقتصادیات اور قانون کے علوم میں مہارتِ تامہ حاصل کرنی چاہیئے تاکہ وہ حقائق کو ٹھیک طور سے سمجھ سکیں اور اسلام کی روشنی کی مدد سے مغربی تہذیب کے کمزور پہلوؤں کی نشاندہی کر سکیں۔

اسلام کو زمانے کے جدید ترین تہذیبی و ثقافتی رجحانات سے ہم آہنگ بنانے کا نعرہ اپنے اندر بہت مشکلات رکھتا ہے اور جب تک ان مشکلات کو حل نہ کر لیا جائے ہم نہ تو یہ نعرہ بلند کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔

✿✿✿